دستک

روبینہ فیصل

rubyfaisal@hotmail.com

جاگتے رہنا!!

عوام کے ساتھ ہو کیا رہا ہے؟ ہو یہ رہا ہے۔لوڈ شیڈنگ ،گیس شیڈنگ ،مہنگائی سے نڈھال عوام کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔نمائندے چننے کا اختیار بھی نہیں۔جمہوریت کے نام پرانہیں ووٹ ڈالنے کا اور اپنا نمائندہ چننے کا حق تو دے دیا جاتا ہے مگر بہت چالاکی سے اسے اس حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔کیسے؟ میں بتاتی ہوں ان کی عقل پر پردہ ڈال کر۔اسلامی ملک ہے تو پردہ تو جائز ہے۔پھر انکی عقل پر پتھر باندھ دئے جاتے ہیں۔سنگساری صرف جسم کی نہیں عقل کی بھی ہوتی ہے۔پھر ان کی سوچ کو فرقوں ،مذہبی جنونیت اور سیاسی ،لسانی اور نسلی تضادات میں قید کر دیا جاتا ہے اور پھر کہا جاتا ہے جاؤ!! تم آزاد ہو،اپنی آزادی کو استعمال کرتے ہوئے ووٹ کا حق استعمال کرو۔اور اس کے نتیجے میں تمھارا منتخب نمائندہ تمھاری خدمت کرے گا۔یہ بہت بڑا دھوکہ ہے عوام کو ہشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

جس بس کے ڈرائیور نے یہ لکھ کے نہ بھی لگایا ہو کہ سواری کو اپنے سامان کی خود حفاظت کرنے کی ضرورت ہے،اس کا رویہ دیکھ کر سواری کو اپنے سامان کی خود حفاظت کرنے کی عادت میں مبتلا ہو جانا چاہیئے۔

مشتری ہشیار باش!! اس دنیا میں جنگ اب نظریات کی نہیں۔صرف اور صرف پیٹ کی ہے۔کوئی دائیں بازو یا بائیں باز و نہیں۔ایک طرف وہ لوگ ہیں جن کے پیٹ بھرنے کا نام ہی نہیں لے رہے اور دوسری طرف وہ پیٹ ہیں جو بالکل خالی ہیں۔ان دونوں کے درمیان کی جو حالت ہے،ان کی تعداد بہت سکڑ رہی ہے۔سرمایہ دار، جاگیر دار، سردار اور پاکستان میں طاقتور مُلا ایک طرف اور محنت کش دوسری طرف ۔اور مزے کی بات یہ ہے کہ سیاست،صحافت اور عدل سب کی ڈوریاں ان ہاتھوں میں جو دو جمع دو کرنا تو جانتے دو میں سے ایک تفریق کرنا نہیں جانتے کیونکہ ان کی مایہ کو دوسرے کی مایہ ملتی ہے کر کر لمبے ہاتھ۔عوام کو یہ ہشیاری دکھانا ضروری کہ اپنے آپ کو پہچان لیں۔اپنی طاقت کو اور اپنی اوقات کو۔اوقات ان کی یہ ہے کہ وہ صرف ایک "نمبر" بن کر رہ گئے ہیں۔اور طاقت ان کی بے اندازہ ہے مگر وہ اس سے نا آشنا۔

اس لئے عوام کو کسی بھی ایشو کا حصہ بننے سے پہلے سوچ بچار کی ضرورت ہے۔ہو کیا رہا ہے عوام چلتے نعروں میں ہاتھ دے دیتی ہے۔

پاکستان میں سب سے زیادہ بکنے والا نعرہ مذہب کا ہے۔پھر سیاسی وابستگیاں جن کی بنیاد زبان،نسل،فرقہ اور مذہب ہے۔کوئی نظریہ نہیں کوئی منزل نہیں کوئی شعور نہیں۔ہر فرد کی یہ سستی ،کاہلی اور مجرمانہ غفلت اس کا انفرادی جرم کہہ کر نظر انداز نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ معاشرے کی مجموعی شکل میں ایک ٹکڑا ہے۔اور جب سب ٹکڑے ایسے ہی یہ سوچ کر اپنے آپ سے غافل رہیں تو جو معاشرے کی مجموعی شکل بنے گی وہ انہی لاپرواہ اور غافل لوگوں کی عکاس ہوگی۔

پھر کوئی آپ کو بکریوں کا ریوڑ کہے گا اور کوئی آپ کو گدھ۔ کیا ایسا نہیں ہو رہا۔ کبھی کسی ایک شخص کا مردہ گرتا ہے تو سب اُس پر جھپٹ پڑتے ہیں، کبھی کسی نظریہ کا مردہ گرتا ہے تو سب اس پر دانش مندی کے گدھ چھوڑ دیتے ہیں، کسی ادارے کا مردہ گرتا ہے تو سب اس پر چونچیں مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ جانتے ہوئے بھی کہ مردار کھانے سے جسم میں خرابی پیدا ہوگی۔ شعور اور عقل کے دروازے بند ہونگے۔ اور دیوانگی کا جنم ہوگا۔ پھر بھی سب مردار کھاتے رہتے ہیں۔ اور زندہ بدمعاش دندناتے پھرتے ہیں، انہیں کوئی نہیں للکارتا۔

یعنی معاشرے کا مجموعی مزاج کچھ یوں بن جاتا ہے کہ "مرے کو اور مریں" اگر ایسا نہ ہوتا تو مشرف پر سب اس وقت ٹھونگیں نہ مارتے جب وہ بے طاقتا ہے۔ چوہدری افتخار کے جانے کے بعد اس کے اوپر کوے چیلیں نہ منڈلانے لگ جاتے، جیو کا مردار کھانے بھی بہت اکھٹے ہو گئے اور دنیا بھر کے اپنے ہی لوگ پاکستان میں بدامنی اور ابتری کو موضوع بنا کر پاکستان کے نظریہ اور وجود کو تختۂ مشق بنا کر روزی روٹی کا ذریعہ نہ بناتے۔ یہ عوام کی کاہلی ہے کہ وہ لوگ جو اپنے پیٹ سے آگے سوچ نہیں سکتے وہ نظریات کی نہ صرف بات کرنے لگ جائیں بلکہ تاریخ، حالات حاضرہ اور مستقبل کی پیشن گوئیوں کے "مامے" بن جائیں اور جو ان سے اختلاف کی جرات کرے اس کے خلاف پروپگنڈا میں مصروف ہو جائیں۔ کچھ گدھوں کو اس بات کے پیسے ملتے ہیں مگر وہ اپنے ساتھ جو کوؤں اور چیلوں کا شور اکھٹا کر لیتے ہیں اس کاں کاں میں پھر کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی اور کچھ لوگ اپنی عزت کے ڈر سے اور کچھ سادگی میں مارے جاتے ہیں۔ اسی لئے تو کہا عوام کو ہشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ جب نہ آپ کے لیڈر نہ آپ کے دانشور نہ آپ کے صحافی کوئی بھی آپ کا خیر خواہ نہیں۔ ان سب کو جمال احسانی نے ایک شعر میں فارغ کر دیا آپ عوام بھی یہی کیجئے:

جہاں بدلنے کا وہ بھی گمان رکھتے ہیں
جو گھر کے نقشے میں پہلے دکان رکھتے ہیں

میں صحافیوں اور دانشوروں کو موردِ الزام اس لئے زیادہ ٹھہراتی ہوں کہ انہیں پیشہ وارنہ ایمانداری کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ واویلا کرنا اور پروپگنڈا کرنا صحافت نہیں۔ کیونکہ جب ایک پانچ سال کی بچی کے ریپ کے بعد اس معصوم کی تصویر کے ساتھ آپ شور شرابا مچا دیتے ہیں۔ این جی او کی فیشن ایبل بیگمات نئے جوڑے پہن کر احتجاج کرتی ہیں تو بچوں کے ریپ رکتے نہیں بلکہ ان میں متواتر اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایسی سنسنی خیز خبروں سے قانون تو حرکت میں نہیں آتا البتہ مجرم آجاتے ہیں۔

اسی طرح جب ٹی وی پر بیٹھ کر آپ مولویوں سے چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر اپنے پوشیدہ عزائم کے لئے قتل کے فتوے لیں گے تو ایک طرف آپ عوام کو مذہب کے نام پر اشتعال دلا رہے ہیں۔ دوسری طرف آپ انسانوں کی زندگیاں خطرے میں ڈال رہے ہیں اور تیسری طرف آپ انٹرنیشل میڈیا میں اسلام کی جگ ہنسائی کا باعث بن رہے ہیں۔ ہم تو گہرائی میں جا کر دیکھیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ حقیقت کیا ہے لیکن کچھ اپنے ہی ملک کے باہر بیٹھے لوگ اسے جانتے بوجھتے ہوئے بھی ایک خطرناک روپ میں پیش کریں گے اور ہمارے بیرون ملک پڑھنے بڑھنے والے بچے یہی سوچتے ہوئے بڑے ہونگے کہ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس میں کسی بھی بات کو کسی بھی وقت Blasphamy (توہینِ مذہب) میں تبدیل کر کے کسی کو کہیں بھی کوئی بھی جان سے مار دے۔ اور قاتل اس صورت میں ہیرو بن جاتا ہے اور اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے جاتے ہیں۔ بچے ڈر جائیں گے اور ہم انہیں پاکستان کا روشن روپ سمجھانے یا دکھانے کے قابل بھی نہیں رہ جائیں گے۔

پاکستان کی جگ ہنسائی ایک میڈیا گروپ کی وجہ سے ساری دنیا میں ہو رہی ہے۔ چاہے اس نے ڈی جی آئی ایس آئی کی تصویر مجرموں کی طرح چلائی، چاہے اس کے بدلے ان کا جو حشر ہو رہا۔ حکومت کا خاموش تماشائی بنے رہنا بہت اذیت ناک جرم۔ مولویوں سے فتوے لینا، دوسرے چینلز کے اینکرز کو سبزی منڈی میں اپنا ٹھیلا لگانے دینا جن میں ان کے پاس بیچنے کو اپنا کچھ اچھا سامان نہیں اس لئے وہ دکانداری چمکانے کے لئے دوسرے کا گندا سامان دکھا رہے ہے اور حکومت کبھی آرمی کو خوش کرنے شہداء مینار جا رہی یا گولی کھائے صحافی کی تیمارداری کر آتی۔

مذمت کرنا اور بس؟ اپوزیشن الیکشن میں دھاندلی کے خلاف دھرنے، ریلیاں۔ اگر تو تفریح سے محروم عوام کھیل تماشا سمجھ کر یہ سب کرنا چاہتی تو بخوشی کرے لیکن اگر ملک کو جگ ہنسائی اور انتشار سے بچانا چاہتی تو اس سارے قصے سے الگ ہو کر بیٹھ جائے اور حکومت کو چاہیئے کہ میڈیا کے معاملات ہوں یا کرپشن روکنے کے آزاد اور خود مختار بنائیں نہ کہ خود بھی اس وقت تک مردار کھاتے رہیں جب تک خود مردار میں تبدیل نہیں ہو جائیں۔

حمید نظامی، ڈاکٹر شبر حسن، سبطِ حسن، ڈاکٹر اشرف اور خواجہ عباس جیسے نظریاتی صحافی اب چراغ لے کر بھی ڈھونڈنے سے نہیں ملیں گے۔ اس لئے عام شہری کو جتنا سیاست دان کے دھوکے سے محتاط رہنے کی ضرورت ہے اس سے کئی گُنا زیادہ موقع پرست صحافی، متعصب دانشور اور دکاندار مولوی سے بچنے کی ضرورت ہے۔